’’کیا کیا نہ ہوا میرِ شہر تیرے شہر میں‘‘

پروفیسر خالد شبیر احمد

ہر گزرتا پل ملک میں ایک نئے جبر و استبداد کا طوفان لے کر آتا ہے۔ قتل و غارت، دھونس و دھاندلی، رعب، تشدد ظلم و ستم کا سلسلہ ختم ہونے کو ہی نہیں آتا۔ حکمران ٹولہ خود ہر قسم کی لاقانونیت کا محرکِ اوّل ہے۔ جس کی وجہ سے لاقانونیت اپنے عروج پر ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکمران ہمارے ملک سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ہمارے دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔ جن کا واحد مقصد ہمارے لیے ہر طرح کے مسائل پیدا کرنا ہے اور ہماری زندگی کو مسائل و مشکلات کی دلدل میں دھکیل کر اپنے اقتدار کو طول دینا ہے۔ خوف، ڈر، اندیشے، پریشانیاں ہمارا مقدر بن گئیں ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے:

لے گئے لوٹ کے گھر بار محافظ میرے
رہ گیا خوف فقط میرے مکاں میں رکھا

۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر آج تک اس ملک میں جو کچھ ہوا‘ وہ ایک ایسی داستان ہے کہ جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ نائن الیون ایسا واقعہ ہے کہ جس نے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ یہ سانحہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ سب سے پہلے افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو بمباری سے ختم کرایا گیا اور اس کی تباہی و بربادی پر امریکہ نواز حکومت کی نیو اٹھائی گئی۔ نیٹو کی افواج کو افغانستان میں داخل کر دیا گیا۔ جو اپنے پروگرام کے مطابق افغانستان کے عوام کا قتل عام کر رہی ہے۔ اسلام دشمن ان فوجیوں کو کھانے پینے کے لیے سامان دوبئ کے مسلم حکمرانوں کی طرف سے مہیا کیا جا رہا ہے یعنی مسلمانوں کو مارنے والوں کے لیے آسانیاں اور امداد خود مسلمان حکمران مہیا کر رہے ہیں:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

افغانستان میں طالبان کی دینی اور اسلامی حکومت جس نے ایک اسلامی معاشرے کی تصویر ہمارے سامنے پیش کر دی تھی اور جسے دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان معاشرہ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔ اس معاشرے کو ہمارے ملک کے حکمرانوں نے امریکہ کے ساتھ مل کر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ یہ وہ پہلا تحفہ تھا جو میرِ شہر نے ہمیں پیش کیا لیکن اس سانحہ پر بھی ہمارے حکمران کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا بلکہ دستور کو معطل کر کے ’’پی سی او‘‘ (عارضی دستور) کو ہم پر مسلط کر کے من مانی شروع کر دی گئی۔ جعلی ریفرنڈم اور غیر منصفانہ اور جانب دارانہ انتخاب کر کے ایک جعلی اسمبلی وجود میں لائی گئی۔ جس سے تائید حاصل کر کے ملک میں رفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ جس کی مثال پاکستان کی تاریک و سیاہ ترین سیاسی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اب ہر طرف پریشانیوں کا ایک سیلاب ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا، مہنگائی، اقربا نوازی، کنبہ پروری، ذخیرہ اندوزی کو دیدہ دانستہ

فروغ دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ عام آدمی اپنی معاشی پریشانیوں میں اس قدر مبتلا ہو جائے کہ ہمارا راستہ روکنے کے قابل ہی نہ رہے۔ ان حالات کو پیدا کرنے والے کون ہیں۔ خود ہمارے ہی نام ونہاد ”قائدین“ جن کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ اقتدار کی کرسی پر براجمان رہیں اور اپنے مفاد اور اپنی چودھراہٹ کو قائم رکھتے ہوئے من مانی کرنے کے لیے حالات کو اس راستے پر ڈالیں جو راستہ ہمارے لیے یعنی حکمرانوں کے لیے آسانیاں فراہم کرے۔ لیکن ان کی اس حکمت عملی سے غریب اور متوسط طبقے کے کیا حالات ہیں، وہ اس ایک شعر کے حوالے سے بیان کیے جاسکتے ہیں:

جتنے ہیں لوگ، مرتے ہیں ہر صبح، ہر اک شام
کیا فرق رہ گیا ہے حیات و ممات میں

نام نہاد عوامی رہنماؤں نے ان حالات میں کیا کردار ادا کیا، یہ ایک الگ داستانِ الم ہے جس کے بیان کرنے کے لیے بڑا حوصلہ درکار ہے جو ہم نہیں رکھتے۔ سیاسی رہنماؤں کو چھوڑیئے خود دین کے نام پر سیاسی دکانداری کرنے والوں کا کردار اتنا تاریک ہے کہ اسے بیان کرنے کا دل گردہ ہم میں نہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ آنے والا مؤرخ اور آنے والی نسلیں انھیں معاف نہیں کریں گے۔ یہ جماعتیں ”آزادیٔ نسواں بل“ کے پاس ہونے اور پھر جامعہ حفصہ کے المناک سانحے پر تو اسمبلی سے مستعفی نہ ہوئیں اور نہ ہی اس خونیں اور المناک حادثے کو روک سکیں بلکہ اُس وقت استعفے دیئے گئے جب کہ اس کا وقت گزر چکا تھا:

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

سرحد اسمبلی کو تحلیل کرنے کی تاریخ کا تعین اس لیے کیا گیا تا کہ مرکزی حکومت کو وزیر اعلیٰ سرحد کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنے کا وقت مل جائے اور اس طرح اسمبلی تحلیل ہونے سے بچ جائے تا کہ وہ صدارتی انتخاب میں حصہ لے سکے۔

میری تباہیوں میں ہے میرا کتنا ہاتھ
سربستہ ہے یہ راز کوئی کھولتا نہیں

میرِ شہر نے ان تمام حالات کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ ایسی حکمت عملیاں وضع کر کے ملک کے حالات کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا کہ اب ان حالات پر قابو پانے کی کوئی کوشش بار آور ہوتی نظر نہیں آتی۔

ابھی وزیرستان کے حالات پاکستانیوں کے اعصاب پر بڑی شدت کے ساتھ سوار تھے کہ سوات کا علاقہ فوج کی مداخلت سے میدان جنگ میں تبدیل ہو گیا۔ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے لوگ موت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیلے جا رہے ہیں۔ بم دھماکوں میں روز بہ روز اضافہ ملک کے شہریوں کے لیے انتہائی پریشانی کا باعث ہے۔ جب کہ حکمران، اقتدار کے بھوکے ہر وہ حربہ استعمال کر رہے ہیں جس سے ان کے اقتدار کو تحفظ مہیا ہو۔ اس کے لیے آئین، قانون، اخلاق، غرض یہ کہ کوئی ایسی قدر ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ۳؍نومبر کا دن پاکستان کی تاریخ کا سقوطِ ڈھاکہ کے بعد سب سے تاریک ترین دن ہے کہ جس میں ایک پی سی او کے بعد دوسرے پی سی او کا اعلان کر کے لوگوں کے بنیادی حقوق کو سلب کر لیا گیا ہے اور چیف جسٹس کو معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ تمام ججوں سے نئے پی سی او کے تحت دوبارہ حلف اٹھانے کو کہا گیا۔

سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جن ججوں نے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ انھیں اپنے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا۔ ان کی معاشرتی زندگی پر ناروا پابندیوں نے نہ صرف پاکستان کے شہریوں کو انتہائی پریشان کر دیا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس مذموم اقدام کے خلاف ایک شدید ردِ عمل سامنے آیا۔ دنیا کے ہر ملک نے میرِ شہر کے اس اقدام پر مذمت اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے حکمرانوں سے یہ تقاضا کیا ہے کہ نئے پی سی او کے تحت ایمرجنسی کا اعلان واپس لیا جائے اور غیر جانب دارانہ انتخاب کرا کے ملک کے سیاسی حالات کو درست سمت میں آگے بڑھنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان حالات میں غیر جانب دارانہ انتخاب ممکن ہے۔ جب کہ عدلیہ کے ۷۰ فیصد لوگوں کو ان کے منصب سے الگ کر کے اپنی مرضی کے ججوں کو ان کی جگہ تعینات کیا جا رہا ہے۔ اگر ایسی صورت میں انتخاب کرائے بھی گئے تو کیا دنیا میں ہماری رسوائی اور بدنامی میں مزید اضافہ نہ ہوگا کہ عدلیہ قید ہے، جج نظر بند ہیں اور ملک میں انتخاب ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کو ووٹ دینے کے لیے کہا جا رہا ہے‘ جن کے بنیادی حقوق سلب کر کے رکھ دیئے ہیں اور جنھیں ظلم و ستم سے بچنے کے لیے عدلیہ کی آزادی سے محرومی کا سامنا ہے۔

میرِ شہر کے اس اقدام سے یہ بات مزید واضح ہوگئی ہے کہ وہ حکمت، دانائی، تدبر سے بالکل فارغ ہو چکے ہیں، ان کی نگاہ میں صرف ایک بات ہی اہمیت رکھتی ہے اور وہ ہے اقتدار۔ اس اقتدار کو بچانے کے لیے وہ وردی نہیں اتاریں گے۔ ان کا ہر وہ بیان جس میں وردی اتارنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے بالکل جھوٹ، فریب اور دھوکہ ہے۔ میرِ شہر اس وقت وردی اتاریں گے جب انتخابات کے بعد نئی اسمبلی وجود میں آ جائے گی اور اس اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیں گے۔ مجلس احرار اسلام کا تو انتخابی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، ہم تو ان انتخابات کو ہی اسلام کے راستے کی ایک اہم رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارا ان لوگوں سے جو انتخابات پر یقین رکھتے ہیں یہ سوال ضرور ہے کہ ایسے حالات میں جبکہ ایک سابق وزیر اعظم ملک سے باہر ہیں‘ اگر انتخابات ہوگئے تو یہ ’انتخاب‘ انتخاب ہی ہوں گے۔ حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ اب ق لیگ کی طرف سے میرِ شہر پر دباؤ ہے کہ جلاوطن وزیر اعظم کو ملک سے باہر رکھا جائے۔ ورنہ ق لیگ کے لیے انتخابات میں نمایاں کامیابی ناممکن ہو جائے گی۔ یہ تمام حالات ہر محبّ وطن پاکستانی کے لیے انتہائی تکلیف دہ ہیں۔ اس لیے بھی کہ ملک کے سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی حالات بھی ہاتھ سے نکلتے نظر آ رہے ہیں۔ متوسط طبقہ تباہ و برباد ہو کے رہ گیا ہے، غریب روٹی سے محروم ہو گئے، بیوی‘ خاوند کی طرف مایوس کن نگاہوں سے دیکھتی ہے تو خاوند‘ بیوی کی طرف بچوں کا کیا بنے گا۔ گزر بسر کیسے ہوگی۔

ایک رپورٹ کے مطابق ۹۶ کروڑ روپے ایوان صدر کے اخراجات پر صرف ہو گئے ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ تضاد کیوں اور کیسے وجود پذیر ہوا؟ حقیقت یہ ہے ہم نے دین اسلام سے منہ موڑ لیا ہے۔ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ دین کی طرف لوٹ آئیں۔ دین میں ہی ان مسائل کا حل موجود ہے۔ بے دین سیاست اور بے دین قیادت ملکی مسائل کو جنم تو دے سکتی ہے، حل نہیں کر سکتی۔ یہ وقت کی آواز ہے اور یہی وقت کا تقاضا:

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است